ڈاکٹر کمال جامڑو
صدر، شعبہء سندھی، جامعہ اردو۔

شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ پر تعلیمی تحقیق: ایک جائزہ

AN ANALYSIS OF ACADMIC RESEARCH ON SHAH ABDUL LATIF BHITAI

Abstract

Shah Abdul Latif Bhitai is a great Sufi poet. A lot of research work is being done on his life, message, poetry and philosophy in Sindh as well as Pakistan and other countries. India stands on 2nd number after Sindh where the research on Shah Latif has been carried out.

Shah Latif himself had never written his poetry, he used to say verses and his followers who so ever were present, memorizes the verses by themselves and written the same.

During British rule, some European Scholars did some work on it and Dr. Earnest Trump compiled and get published his poetry from Germany in 1866 A.D.

Dr. H. T Sorely did academic research on Shah Latif and Ph.D degree from Oxford University. After his work more than 20 Ph.Ds has been done on different aspects of Shah Latif's life and poetry.

A brief analysis of academic research on Shah Abdul Latif Bhitai is carried out in this paper.

سرزمین سندھ اپنے صوفی فکر کے حوالے سے پوری دنیا میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ ہزارہا برسوں پر محیط سندھ کی تاریخ میں مختلف مذاہب کا ذکر ملتا ہے، جن میں بدھ مت، جین دھرم، ہندوازم، اسلام اور دیگر مذاہب شامل ہیں گو کہ اس وقت سندھ کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے، مگر تمام مذاہب اور مسالک میں ایک ہم آہنگی پائی جاتی ہے، جس کی سب سے بڑی وجہ صوفی فکر ہے۔ اس فکر نے لوگوں میں سے مذہبی انتہا پسندی کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

سندھی زبان و ادب کی تاریخ بھی بہت قدیم ہے ہمیں سندھی شعر و ادب کے آثار/ریکارڈ سندھ پر عرب دورِ حکومت (712ء تا 1050ء) سے ملتے ہیں۔ باقاعدہ شاعری سومرو دورِ حکومت

(1050ء تا 1350ء) سے ملتی ہے۔ قاضی قادن (870ھ-958ھ) کو سندھی زبان کا سب سے پہلا باقاعدہ شاعر مانا جاتا ہے۔ مگر ان سے قبل کے کچھ شعراء کا کلام بھی ملتا ہے، جن میں اسماعیلی فرقہ کے داعی پیر صدرالدین شاہ (1290ء-1409ء) اور دیگر شامل ہیں۔

اسی طرح بابا فرید گنج شکر (1182ء-1280ء) نے بھی سندھی اشعار کہے ہیں، جن پر آغا سلیم صاحب نے تحقیق کر کے کتاب لکھی ہے، جو سندھی ادبی بورڈ نے شایع کروائی ہے۔

سندھی زبان کے دیگر شعراء میں شاہ عبدالکریم بلڑی والے، میاں لطف اللہ قادری، شاہ عنات رضوی، شاہ عبداللطیف بھٹائی، مخدوم محمد زمان لنواری شریف والے، سچل سرمست، خلیفو نبی بخش، فقیر قادر بخش بیدل، حمل فقیر، سامی، شیخ ایاز، استاد بخاری اور دیگر شامل ہیں۔ ہر ایک شاعر کا اپنا اپنا مقام اور منزلت ہے۔ مگر سب میں نمایاں حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ ہیں۔ ان تمام شعراء نے جو کلام کہا ہے، اس میں انسان ذات کی بھلائی اور آپس میں محبت واخوت بڑھانے کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ ہمارے یہاں ترقی پسندانہ خیالات ابتدا ہی سے پائے جاتے ہیں، جبکہ دنیا کے شعروادب میں اٹھارویں صدی کے اواخر سے روشن خیالی کی تحقیق کی ابتدا کی گئی۔ اس کے بعد ادب میں مختلف رجحانات، نظریات اور تحاریک نے سر اٹھایا جن میں رومانیت، وجودیت، علامت نگاری، جدیدیت، حقیقت نگاری وغیرہ شامل ہیں۔

حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی (1689ء تا 1752ء) کے دور میں سندھ پر کلہوڑو خاندان کی حکومت تھی۔ شاہ صاحب کی پیدائش ایک سید گھرانے میں ہوئی۔ انکے والد محترم شاہ حبیب بھی ایک شاعر تھے اور شاہ لطیف کے آباؤ اجداد میں سے شاہ عبدالکریم بلڑی والے بھی قادر الکلام شاعر تھے۔ گو کہ شاہ صاحب معاشرے کے اس طبقے سے تعلق رکھتے تھے، جس کو سندھ میں نہ صرف بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا بلکہ طبقاتی نظام میں اسے برتری بھی حاصل تھی۔

لیکن شاہ لطیف کو یہ برتری پسند نہیں تھی۔ انہوں نے ان روایات کو ٹھکرا کر اور خواص کو چھوڑ کر معاشرے کے نچلے درجے کے لوگوں سے ناتہ جوڑا، جس میں جوگی فقیر، محنت کش اور عام آدمی شامل تھے۔ خصوصی طور پر انہوں نے سندھی سماج کے مظلوم ترین طبقے خواتین کے حقوق کے لیے آواز اُٹھائی انہوں نے حکمرانوں کے بجائے عوام سے رشتہ مضبوط کر کے حق کا نعرہ بلند کیا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے تکالیف بھی برداشت کیں۔

آہستہ آہستہ وہ خواص سے دور ہو کر عام لوگوں کے دلوں میں بسنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ لطیف کا کلام جنگل بیلوں میں بھی گونجنے لگا۔ انپڑھ لوگوں کے سینے میں بھی محفوظ ہونے لگا۔ لوگ شاہ صاحب کے کلام کے حافظ بننا شروع ہوئے۔ ہر رنگ و نسل، قبیلے، مذہب اور مسلک اور نظریے سے وابستہ لوگ اپنی گفتگو میں شاہ صاحب کے اشعار نہ صرف پڑھنے لگے بلکہ ان میں سے کئی اشعار ضرب

المثل بھی بن گئے۔ سیاستدان بھی متاثر ہو کر اپنی تقاریر میں شاہ صاحب کے اشعار پڑھنے لگے۔ دورِ حاضر میں بھی یہ سلسلہ جاری ہے، نہ صرف سندھی بولنے والے سیاستدان بلکہ دیگر زبانیں بولنے والے سیاستدان بھی کبھی کبھار شاہ لطیف کے اشعار کا استعمال کرتے ہیں، جن میں پاکستان کے موجودہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف، سابق صدر ریٹائرڈ جنرل پرویز مشرف اور متحدہ قومی موومینٹ کے سربراہ الطاف حسین اور دیگر شامل ہیں۔

شاہ لطیف سندھ کے لوگوں کے دلوں میں رچ بس گئے ہیں۔ ان کی وفات کو 260 برس سے زائد عرصہ بیت گیا ہے، لیکن ان کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ سندھ میں سب سے بڑا اجتماع شاہ سائیں کے سالانہ عرس مبارک پر ہی ہوتا ہے، جس میں سندھ کے ساتھ ساتھ پاکستان کے دیگر صوبوں اور بیرونِ ملک سے بھی عقیدتمند تشریف لاتے ہیں۔

پروفیسر علی حیدر ملک صاحب شاہ صاحب کی مقبولیت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ''جیسا کہ سب کو معلوم ہے شاہ لطیف سندھ میں پیدا ہوئے تھے اور ان کا ذریعہ اظہار سندھی زبان تھی۔ یہ بات سندھ اور سندھی زبان و ادب کے لیے یقیناً باعثِ افتخار ہے لیکن اپنے افکار و خیالات کے اعتبار سے شاہ سائیں صرف سندھ کا نہیں پورے پاکستان، تمام مسلمانوں اور ساری انسانی برادری کا ورثہ ہیں'' (ص:07)

ہم یہاں پر شاہ صاحب پر کی گئی تعلیمی تحقیق کا مختصراً جائزہ پیش کرتے ہیں۔

شاہ صاحب جب اپنا کلام پیش کرتے تھے تو اسے ان کے فقیر یا تو یاد کر لیتے تھے یا پھر لکھ دیتے تھے۔ زیادہ تر کلام یاد کیا جاتا تھا۔ اسی کلام کو یکجا کر کے حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی کی وفات کے 42 سال بعد قلمبند کیا گیا، جس کا نام رکھا گیا ''گنج''، جس کے کاتب فقیر سید عبدالعظیم عرف وڈل شاہ تھے، جنہوں نے یہ قلمی کتاب 07 جمادی الثانی 1207ھ پر لکھ کر مکمل کی۔ یہ شاہ صاحب کے کلام پر مبنی پہلا رسالہ ہے۔ بعد میں اسی کو بنیاد بنا کر ''شاہ جو رسالو'' کے مختلف نسخے تیار کئے گئے۔ مختلف علماء نے شاہ صاحب کا رسالہ اپنے اپنے علم و دانش کے مطابق ترتیب دیا ہے، الفاظ کے معنیٰ اور تشریحات کی ہیں۔ ان میں کچھ رسالے قلمی ہیں تو کچھ مطبوعہ ہیں۔

شاہ صاحب سندھ کے عوام میں تو بے پناہ مقبول تھے اور ہیں مگر خواص میں ان کی پذیرائی بہت کم تھی، جس کی بڑی وجہ ان کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرنا تھی۔ اکثر اہلِ علم لوگ جو خواص میں شامل تھے، وہ سندھی زبان و ادب سے بہت ہی کم آشنا تھے۔ وہ حکمرانوں کے قریب تو تھے مگر عوام سے دور تھے۔ وہ اس زمانے کی سرکاری زبان فارسی میں شاعری کرنے والے شعراء کو ہی صحیح معنوں میں شاعر سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ؛ شاہ لطیف کی وفات کے بعد جو کتابیں لکھی گئیں، ان میں شاہ لطیف کو وہ مقام

نہیں دیا گیا، جو سندھ کے عوام نے انہیں دے رکھا تھا۔ منظور احمد کناسرو اپنی کتاب ''شاہ عبداللطیف بھٹائی: حیات وافکار'' میں لکھتے ہیں کہ: ''شاہ صاحب کے کلام پر آج تک بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن ان کی سوانح اور ان کے دور کے حالات پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ سب سے پہلے میر علی شیر قانع ٹھٹوی نے شاہ صاحب کی وفات کے 37 سال بعد اپنی کتابوں ''تحفتہ الکرام''، ''مقالات الشعراء'' اور ''معیار سالکان طریقت'' میں بڑے اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے'' (ص:10)

میر علی شیر قانع فارسی کے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے شاہ صاحب سے متعلق اختصار سے کام لیا، مگر اس کے برعکس انگریز علماء نے شاہ صاحب پر بڑی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی۔ سب سے پہلا مطبوعہ ''شاہ جو رسالو'' بھی ایک جرمن اسکالر ارنیسٹ ٹرمپ نے ترتیب دے کر 1866ء میں جرمنی سے شایع کروایا۔ شاہ صاحب کو صحیح معنوں میں سرکاری سطح پر Recognition ان کی وفات (1752ء) سے لگ بھگ ایک صدی گذرنے کے بعد ملی، جو سندھ پر انگریز دورِ حکومت کی ابتدا (1843ء) سے شروع ہوتی ہے۔ اس دور میں شاہ جو رسالو پہلی مرتبہ شایع ہوا۔ اس کے بعد مختلف علماء نے شاہ جو رسالو ترتیب دیا، جن میں ہوتچند مولچند گربخشانی، مرزا قلیچ بیگ، کلیان آڈوانی، علامہ آئی آئی قاضی، عثمان علی انصاری، ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ، بانہوں خان شیخ اور دیگر شامل ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ تحقیق دورِ حاضر میں ڈاکٹر نبی بخش خان بلوچ نے کی ہے۔

ہم شاہ صاحب کو عظیم شاعر کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ عظمت سب سے پہلے ایک انگریز عالم ڈاکٹر ایچ۔ ٹی۔ سورلے نے ثابت کی، انہوں نے اپنی کتاب ''Musa Purvagans'' میں دنیا کے اعلیٰ ترین شعراء کا تقابلی جائزہ پیش کر کے شاہ صاحب کو سرفہرست ثابت کیا، وہ لکھتے ہیں کہ: ''میری رائے میں شاہ لطیف اس ملک میں پیدا ہونے والے تمام شعراء سے بڑے شاعر ہیں، جن کو اب پاکستان کہا جاتا ہے۔ وہ پاکستان کے قومی شاعر نہیں، جس کے تاریخی اور سیاسی اسباب ہیں، جن کا اعلیٰ ادبی معیارات سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک اور شاعر اس وقت پاکستان کا قومی شاعر ہے، جو ایک الگ کہانی ہے۔'' (ڈاکٹر فہمیدہ حسین کے پیش لفظ میں شامل سندھی ترجمہ سے اردو ترجمہ، کتاب بھٹ جو شاہ، مصنف ایچ۔ ٹی۔ سورلے، مترجم عطا محمد بھنبھرو) سورلے صاحب نے (Musa Purvagans) 1952ء میں لکھی، جو 1953ء میں شایع ہوئی، جس میں دنیا کے (13) کلاسیکل شعراء کا تقابلی جائزہ پیش گیا۔

شاہ صاحب پر اکیڈمک تحقیق کی ابتدا بھی ایچ۔ ٹی۔ سورلے صاحب نے کی۔ سورلے صاحب اسکاٹ لینڈ کے باشندے تھے، جو انگریز دورِ حکومت میں 1932ء میں سکھر کے کلکٹر بھی مقرر ہوئے۔ انہوں نے انگریزی میں کتاب ''Shah Abdul Latif of Bhit'' لکھی، جس پر آکسفورڈ یونیورسٹی نے انہیں پی ایچ۔ڈی کی ڈگری دی اور آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے اس کتاب کو 1940ء میں

شایع کیا۔ یہ شاہ لطیف پر سب سے پہلی پی ایچ۔ڈی ہے۔

سندھ کی جامعات کے سندھی شعبہ جات میں (80) سے زیادہ پی ایچ۔ڈیز ہو چکی ہیں، جن میں سب سے زیادہ شاہ لطیف پر تحقیق کی گئی ہے، جن کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں؛

1) سندھی ثقافت اور شاہ عبداللطیف بھٹائی،ڈاکٹر شاہنواز سوڈھر،1988ء،جامعہ سندھ
2) شاہ لطیف کی شاعری میں علامت نگاری،ڈاکٹر غلام نبی سدھایو،1989ء،جامعہ سندھ
3) شاہ کے کلام کی روشنی میں سندھی عورت کا مطالعہ،ڈاکٹر حسن بانو سومرو،1989ء،جامعہ سندھ
4) شاہ لطیف کی شاعری میں عورت کا روپ،ڈاکٹر فہمیدہ حسین،1992ء،جامعہ کراچی
5) شاہ لطیف کی جمالیاتی شاعری کا تحقیقی جائزہ،ڈاکٹر شکنتلا سہوانی،1993ء،جامعہ سندھ
6) شاہ لطیف کے دور کے حالات،ڈاکٹر غلام حیدر چنو،1996ء،جامعہ کراچی
7) شاہ لطیف کی شاعری میں تشبیہات اور استعارے،ڈاکٹر ام کلثوم شاہ،2002ء،جامعہ سندھ
8) شاہ لطیف پر کی گئی تحقیق کا جائزہ،ڈاکٹر غلام مصطفٰی کھمرڑو،2004ء،جامعہ سندھ
9) شاہ لطیف کے دور کے مذہبی و تعلیمی حالات،ڈاکٹر انیس فاطمہ سومرو،2006ء،جامعہ کراچی
10) شاہ لطیف کی بولی (Diction) کا تنقیدی جائزہ،ڈاکٹر فہمیدہ شاہ،2007ء
11) شاہ لطیف کی شاعری میں اسلامی اقدار،ڈاکٹر عبدالرحمٰن جسکانی،2008ء، جامعہ شاہ عبداللطیف بھٹائی، خیرپور
12) شاہ لطیف کے مرد کردار،ڈاکٹر ابراہیم سندھی،2008ء،جامعہ کراچی
13) شاہ لطیف کے دور میں تصوف کے سلسلے،ڈاکٹر عابد مظہر،2009ء،جامعہ کراچی
14) شاہ لطیف کی شاعری میں جدوجہد،ڈاکٹر شہناز سومرو،2009ء جامعہ کراچی
15) شاہ لطیف کے کلام میں لوک ادب،ڈاکٹر رحمان گل پالاری، جامعہ کراچی، 2011ء
16) شاہ لطیف کی شاعری میں جمالیات کا تصور،ڈاکٹر شیر مہرانی،2013ء،جامعہ کراچی
17) شاہ لطیف کی شاعری اور فکر پر ڈاکٹر درشہوار سید نے ایڈنبرا یونیورسٹی، برطانیہ سے 1984ء میں پی ایچ۔ڈی کی۔
18) شاہ لطیف کا فکر و فہم،ڈاکٹر عبدالغفار سومرو۔

شاہ لطیف پر تحقیق و اشاعت کا کام سندھ کی جامعات کے علاوہ ملک کی دیگر جامعات میں بھی ہوا ہے۔اسی طرح سندھی شعبہ جات کے علاوہ دیگر شعبہ جات اور اداروں میں بھی کام ہوا ہے۔

ہندوستان میں بھی شاہ لطیف پر تحقیق ہوئی ہے، وہاں کی جامعات میں پیش کئے گئے، پی ایچ۔ ڈی مقالہ جات کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں:

1. Shah Abdul Latif: his life and work،ڈاکٹر موتی لال جوتوانی، دہلی یونیورسٹی، 1973ء
2. Shah Latif and his Time،ڈاکٹر سنتداس جھانگیانی، 1976ء
3. جائسی اور شاہ کے پریم ساگر عناصر، ڈاکٹر سشیلا موٹوانی، راجستان یونیورسٹی
4. شاہ لطیف اور سچل سرمست کا تقابلی مطالعہ، ڈاکٹر بلدیو مٹلانی، ممبئی یونیورسٹی

شاہ لطیف پر ایم فل کی سطح کا کام ہوا ہے اور ایم فل کے مونو گراف بھی لکھے گئے ہیں۔ مندرذیل ایم فل بھی شامل ہیں:

1. شاہ عبداللطیف بھٹائی کے مطبوعہ رسائل کا تنقیدی جائزہ، پروفیسر خورشید عباسی، جامعہ کراچی، 1994ء

پاکستان اور ہندوستان میں شاہ عبداللطیف بھٹائی پر ایک تو براہ راست پی ایچ-ڈی مقالہ جات لکھے گئے، دیگر ایسے مقالہ جات ہیں، جن کے موضوعات تو مختلف ہیں جیسا کہ، صوفی ازم، سندھی کلاسیکل شاعری وغیرہ، ان میں بھی بڑا حصہ شاہ لطیف پر تحقیق کا ہے۔ ایسی صورتحال میں یکسانیت اور Repetition عیان نظر آتی ہے۔ اکثر مقالہ جات میں شاہ صاحب کی زندگی کا احوال بھی دہرایا گیا ہے۔ یہ عمل نشر و اشاعت اور پیغام رسانی کے لیے تو فائدہ مند ثابت ہوتا ہے، مگر مناسب نہیں۔ تحقیق کے دروازے بند نہیں ہوئے۔ محققین اب تحقیق کے ایسے گوشے اور زوایے تلاش کریں، جو عالمی معیار کے ہونے کے ساتھ ساتھ معاشرے میں کارآمد بھی ہوں۔

شاہ لطیف کے کلام و پیغام پر تحقیق، اشاعت اور پھیلاؤ کے لیے حکومت سندھ کا محکمہء ثقافت، اس کے ماتحت ادارے بھٹ شاہ ثقافتی مرکز، شاہ لطیف تحقیقی سیل (بھٹ شاہ پر اس سیل کی بنیاد رکھی گئی، جس کے پہلے سیکریٹری (اعزازی) ہونے کا شرف راقم کو حاصل ہے)، سندھی ادبی بورڈ، سندھی لینگویج اتھارٹی، شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر، کراچی یونیورسٹی (اس کا مقصد صرف شاہ لطیف پر کام کرنا ہے) شاہ لطیف ریسرچ سیل، جامعہ سندھ اور دیگر ادارے کام کر رہے ہیں۔ اسی طرح حکومت پاکستان کے ادارے اکادمی ادبیات پاکستان اور لوک ورثہ بھی کام کرتے رہتے ہیں۔ شاہ صاحب پر سندھی زبان میں سب سے زیادہ کام ہوا ہے، اس کے بعد اردو اور انگریزی زبان میں کام ہوا ہے۔ شاہ جو رسالو کے تراجم مختلف زبانوں میں شایع ہو چکے ہیں، جن کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں؛

1) رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی، اردو منظوم ترجمہ: شیخ ایاز
2) رسالہ شاہ عبداللطیف بھٹائی، اردو منظوم ترجمہ: آغا سلیم
3) کلام شاہ عبداللطیف بھٹائی، نثری اردو ترجمہ: ڈاکٹر وقار احمد رضوی اور ڈاکٹر ایاز حسین قادری
4) Melodies of Shah Abdul Latif Bhitai (4 Volumes)، اردو اور انگریزی ترجمہ: آغا سلیم

5) Shah Jo Risalo alias Ganje Latif ،انگریزی ترجمہ: آغا محمد یعقوب

6) Risalo of Shah Abdul Latif Bhitai ، انگریزی ترجمہ: پروفیسر آمنہ خیمسانی

7) Risalo of Shah Abdul Latif Bhitai (Selections)،انگریزی ترجمہ: ایلسا قاضی

8) Risalo of Shah Abdul Latif،انگریزی ترجمہ: فقیر عبدالغفور الستی

9) السید عبداللطیف رحمتہ اللہ علیہ الشاعر الکبیر فی الباکستان، عربی ترجمہ: ڈاکٹر فضل رحیم سومرو

10) شاہ دار سالہ، سرائیکی ترجمہ: استاد لغاری

11) شاہ بھٹائی دار سالہ، پنجابی ترجمہ: کرتار سنگھ عرش

12) Illustrated verses of Shah Abdul Latif Bhitai،مصور: علی اکبر سومرو

اسی طرح فارسی، بلوچی، براہوی اور دیگر زبانوں میں بھی منتخب اشعار کے تراجم ہو چکے ہیں، سب سے زیادہ تراجم انگریزی اور اردو زبان میں ہوئے ہیں ان میں سے اکثر تراجم محکمہ ء ثقافت، حکومتِ سندھ نے شایع کروائے ہیں۔ تراجم اور پی ایچ۔ڈی مقالہ جات کے علاوہ بھی کثیر تعداد میں شاہ صاحب سے متعلق کتب لکھی گئی ہیں، جن میں سے اردو زبان میں لکھی گئی/ترجمہ کی گئی کتابوں کی بھی اچھی خاصی تعداد ہے۔

شاہ لطیف کے کلام میں بڑی گہرائی ہے۔ اتنے تحقیقی کام کے باوجود تشنگی محسوس ہوتی ہے، لہٰذا اب شاہ صاحب کے کلام پر مزید تحقیق کر کے، ان کے فکر اور پیغام کو مزید پھیلانے کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ محققین عالمی معیارات کے مطابق نئے انداز اور زاویے سے تحقیق کریں گے۔

مددی کتب:

1۔ بابا فرید گنج شکر جادوہا، (سندھی ترجمہ) آغا سلیم، انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، 1990ء

2۔ مجلہ ''برگِ گل'' (شاہ لطیف بھٹائیؒ نمبر) ایڈیٹر: پروفیسر علی حیدر ملک، وفاقی اردو کالج کراچی، 1994ء

3۔ شاہ عبداللطیف بھٹائی: حیات وافکار، منظور احمد قناصرو، سندھیکا اکیڈمی، کراچی 2009ء

4۔ لطیف ذہنی چٹا بھیٹی، کمال جامڑو، شاہ عبداللطیف بھٹائی چیئر، جامعہ کراچی، 2005ء

5۔ شاہ لطیف جی شاعری میں جمالیات، ڈاکٹر شیر مہرانی، محکمہ ء ثقافت حکومت سندھ، 2013ء

6۔ بھارت میں شاہ لطیف پر تحقیق اور تنقید، ڈاکٹر جگدیش لچھانی، تحقیقی جرنل کارونجھر، سندھی شعبہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، دسمبر 2013ء

7۔ ویب سائٹ www.hec.gov.pk

8۔ سندھی شعبے جی کارکردگی، مضمون: علی جان برڑو، ماہنامہ سوجھرو، کراچی، نومبر 2011ء